شذرات

جامعہ ازہر کی دعوت پر قاہرہ میں علمائے اسلام کی جو مؤتمر ہو رہی تھی، ان صفحات میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس مؤتمر میں کوئی ۳۹ ملکوں کے علماء نے حصہ لیا، اور اس کے اجلاس ۶ مارچ سے ۲۳ مارچ تک ہوتے رہے۔ ایک اہل قلم عالم کے الفاظ میں جو اس مؤتمر میں شریک تھے "....مندوبین نے جو تقریریں کیں، وہ بڑی دلچسپ، معلومات افزا اور امید آفریں تھی۔ انہیں سنکر محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اپنی ملی تنظیم و اصلاح و ترقی کا جذبہ اب ہر جگہ پایا جاتا ہے اور دو سو ڈھائی سو برس سے اسلام کی جو طاقتیں اور قوتیں مغربی استعمار کے زیر اثر پراگندہ و منتشر تھیں، اسلام نے ان کو از سر نو جمع کرنا اور سمیٹنا شروع کر دیا ہے۔"

یہی بزرگ مؤتمر کے دوران "مدینۃ الجامعۃ" کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- "یعنی اب جامعہ ازہر کے لئے ایک مستقل شہر ہی الگ بن رہا ہے، جس میں طلباء اور طالبات کے لئے الگ الگ مختلف علوم و فنون کے کالج، ہوسٹل، لائبریری، اسمبلی ہال، کھیل کے میدان، ریستوران اور بازار اور پارک اور تیرنے کے تالاب، غرضکہ یہاں ہر وہ چیز ہوگی جس کی ضرورت یونیورسٹی کے طلباء کو ہوتی ہے۔"

یہ مستقل شہر دنیا کی اس قدیم ترین موجود جامعہ کے لئے بنایا جا رہا ہے، جہاں کچھ ہی عرصہ

پہلے نہ صرف علوم و فنون میں، بلکہ لباس، رہنے سہنے اور زندگی کے ہر شعبے تک میں قدامت کو علمائے دین کا خصوصی امتیاز سمجھا جاتا تھا اور ہر تجدید خواہ وہ ضروری سے ضروری فن کو داخل نصاب کرنے کے متعلق ہوتی، بدعت اور ضلالت قرار پاتی۔ ابھی سو سال بھی نہیں ہوئے سید جمال الدین افغانی اس برصغیر سے مصر پہنچے، اور جب انہوں نے اس جامعہ میں خود مسلمانوں کے علوم حکمیہ پڑھانے کا کہا، تو جامعہ مذکور کے ارباب اقتدار علماء جن کا دائرۂ درس و تدریس ایک خاص نوع کے نقلی علوم تک ہی محدود تھا، ان کے خلاف ہو گئے اور ان کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا گیا۔ اس ہزار سالہ جامعہ کی اب یوں جون بدل رہی ہے۔ اور اسے قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم کا بھی مرکز بنایا جا رہا ہے۔

مصر اور بعض دوسرے عربی ممالک کو یہ فائدہ ہے کہ وہاں ایک عرصہ دراز سے اوقاف کا مستقل نظام چلا آ رہا ہے، جس کے ماتحت بالعموم تمام مساجد دینی مدارس اور مزارات وغیرہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر ان ملکوں کی حکومتیں نئے زمانے کے تقاضوں اور اپنے مسلمانوں عوام کی بہبود کے پیش نظر اس سلسلے میں مناسب اصلاحات کرنی چاہیں، تو انتظامی لحاظ سے انہیں زیادہ دقت نہیں ہوتی۔ اور آج اس دور میں ایک مسلمان قومی حکومت صرف اپنے مسلمان عوام کی سیاسی آزادی، معاشی خوشحالی اور معاشرتی ترقی ہی کی ذمہ دار نہیں بلکہ مسلمان عوام کی نمائندہ اور ان کی مرضی کی ترجمان ہونے کی حیثیت سے اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان امور کو جن کا تعلق مساجد، دینی مدارس، مزارات اور دوسرے مذہبی اداروں سے ہے اور جو قوم، ملک اور عوام کی زندگی میں سیاست اور معیشت سے کچھ کم اثر انداز نہیں ہوتے، نظر انداز نہ کرے اور ان کی اصلاح و بہتری کو بھی قومی تعمیر نو کا ایک حصہ اور بڑا اہم حصہ سمجھے۔
ہر ترقی خواہ اور باشعور مسلمان قومی حکومت کو اس فرض سے عہدہ برآ ہونا ہے اور پاکستان اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا

اکثر مزارات اور بہت سی مساجد محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کی تحویل میں آ چکی ہیں اور اسلامی اور قومی زندگی کی تعمیر نو کے سلسلے میں جو منزل ہمارے سامنے ہونی چاہیئے بحمد اللہ اس کی طرف پہلا قدم اٹھا لیا گیا ہے

ظاہر ہے یہ سلسلۂ نظام اور آگے بڑھے گا اور زیادہ وسیع ہوگا بے شک اسے آگے بڑھانے اور وسیع کرنے میں تدریج کی ضرورت ہے لیکن یہ منزل جتنی جلد قریب آئے پاکستان کی اسلامی و قومی زندگی کے لئے اچھا ہوگا۔ اور اس میں تذبذب و تاخیر موجب مفاسد ہوگی۔

اس ضمن میں ایک مسئلہ دینی مدارس کا ہے اس کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے مولانا محمد اسمٰعیل امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان نے مشرقی پاکستان کے ایک اجتماع میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے دینی مدارس کا ذکر فرمایا کہ چھوٹے چھوٹے مدارس کاروباری انداز اختیار کر گئے ہیں اور ہماری یہ درس گاہیں جو کام کر رہی ہیں، یہ مستقل تشنگی اور استقامت تعلیم کو منظم ہونا چاہیئے۔ چھوٹی درس گاہوں کا تعلق بڑی جامعہ یا کلیہ سے ہونا چاہیئے۔ نصاب میں توازن ہونا چاہیئے۔ طلبہ کی نقل و حرکت پر پابندی عائد ہونی چاہیئے۔ سرٹیفکیٹ کے سلسلے سے انہیں پابند کر دینا چاہیئے صحیح طور پر تو یہ نظام اس وقت چل سکتا ہے کہ حکومت اس ذمہ داری کو عقیدت اور ہمدردی کے جذبات سے سنبھالے۔

اس ضمن میں مولانا موصوف نے بالکل صحیح فرمایا ہے کہ "سر دست حکومت کے لئے یہ کام مشکل ہے"۔ لیکن کیا اس وقت ایسے نظام کی، جو ہماری دینی تعلیم کو پوری طرح منظم کر دے کسی طرح بھی نہیں ڈالی جا سکتی۔ مولانا ممدوح کے خطبے کے یہ جملے پڑھنے کے بعد ہماری نظریں بڑی پرشوق توقعات کے ساتھ بے اختیار جامعہ اسلامیہ بہاولپور (محکمہ اوقاف) کے فاضل علم دوست اور علم پرور ناظم اعلیٰ شیخ محمد اکرم کیلانی

سندھ کے دینی و علمی حلقوں میں یہ خبر بڑے رنج و اندوہ سے سنی جائیگی کہ پچھلے دنوں مولانا الحاج عبدالکریم چشتی اور مولانا محمد عثمان سندھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا چشتی حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ کے مسترشد تھے اور انہیں کا فیض تھا کہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ استخلاص وطن کی جدوجہد میں گزرا۔ اور آپ نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں آپ صاحب قلم بھی تھے اور صاحب بیان بھی۔ سندھی اور اردو میں بیسیوں کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔

مولانا محمد عثمان سندھی حضرت سید انور شاہؒ کے اولیں تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ حجاز تشریف لے گئے، لیکن اپنے مرشد حضرت امروٹیؒ صاحب کے اصرار پر وطن لوٹے اور ساری عمر درس و تدریس کے لئے وقف کر دی مولانا مرحوم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے علوم کی نشر و اشاعت سے بڑا شغف رکھتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے قیام میں ان کی کوششوں کو بھی بڑا دخل ہے ——— خدا تعالےٰ ہمارے ان بزرگوں کو مغفرت عطا فرمائے۔